فن خاکہ نگاری میں عتیق اللہ کی معنویت

کلیدی الفاظ: نقشہ # ڈھانچہ # شخصیت نگاری # مرقع نگاری # مرقع # شخصی مرقع # قلمی تصویر # Pen Sketch # Literary Sketch # PenSketch #

Portrait # Comic #

محمد عمران

ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو

دہلی یونیورسٹی، دہلی ۱۱۰۰۰۷

Abstract : The literal meaning of sketch is map or structure. In English Sketch, Pen Sketch, Literary Sketch, Pen Portrait, Comic, etc. have been used for it. Just as different words have been used for sketches in English, Also in Urdu literature different words have been used for sketching, such as Shakhsiyat Nigari, Muraqqa Nigari, Muraqqa, Shakhsi Muraqqa, Qalami Tasweer etc. It is used by writers with different terminology such as All Ahmad Suroor, Muhammad Hasnain, and Sulaiman Athar Javed use the term Qalmi Tasweer and Muraqqa Nigari while Shamim Hanafi and Nisar Ahmad Farooqi use the word Khaka Nigari. The term "Khaka Nigari" is popular in the present era. All these terms are used for real persons, while as art and literature, it does not matter that the sketch is of a real person. or of a fictitious personality.

After knowing all this, now everyone is curious about what sketching is in the term of literary people? In terminoloy ,The entire personality emerges before us in the form of a moving image. Through which the reader gets to know about the personality.

~~~~~~~

برطانوی عمل دخل سے ہندوستان میں جو تبدیلیاں آئیں اس کا اثر ہماری معاشرت، معیشت اور تہذیب و ادب پر بھی پڑا۔ انگریزی ادب کی بہت سی اصناف نے ہندوستانی ادبیات پر اپنی رنگ افشانی کی جس کے توسط سے ہمارا تخلیقی ادب بھی جدید رنگ و روغن سے معمور ہونے لگا۔ خاکہ نگاری بھی انھیں اصناف سخن میں سے ایک ہے جنہوں نے براہ راست اس اثر کو قبول کیا تھا۔ انگریزی ادب میں بھی اس صنف نے نہ صرف ترقی کے مدارج طے کئے بلکہ خاصی مقبولیت بھی حاصل کی۔ انگریزی میں خاکہ کے ابتدائی ڈھانچے چاسر کی کتاب (Canter Bury Tales) میں نظر آتے ہیں۔ تاہم بیکن نے بھی اپنی کتاب (Advancement) میں بھی شخصیات کا خاکہ کھینچا ہے وہیں گلیمڈن نے بھی اپنی تصنیف (History of Rebellion) میں کامیاب خاکہ لکھے ہیں۔

ہمارے یہاں غیر افسانوی اردو نثر میں بھی خاکہ نگاری ایک مستقل صنف کی حیثیت سے متعارف ہے ۔ یہ اپنی شناخت اور اچھوتے اسلوب کی وجہ سے انفرادیت کی حامل صنف ہے۔ خاکہ کے لغوی معنی نقشہ یا ڈھانچہ کے ہوتے ہیں انگریزی میں اس کے لئے Pen Sketch, Literary Sketch, Sketch, Pen Portrait,Comic, وغیرہ مستعمل ہوئے ہیں۔ جس طرح انگریزی میں خاکہ کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں ٹھیک اردو ادب میں بھی خاکہ نگاری کے لئے مختلف الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جیسے شخصیت نگاری، مرقع
~~~~~~~

نگاری، مرقع، شخصی مرقع، قلمی تصویر وغیرہ۔ ادیبوں کے یہاں اس کا استعمال مختلف لفظیات کے ساتھ ملتا ہے جیسے آل احمد سرور، محمد حسنین، اور سلیمان اطہر جاوید کے یہاں قلمی تصویر اور مرقع نگاری کی اصطلاح دیکھنے کو ملتی ہے جب کہ شمیم حنفی اور نثار احمد فاروقی کے یہاں لفظ خاکہ نگاری کا استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔ موجودہ دور میں اصطلاحاً ''خاکہ نگاری'' ہی مروج ہے۔ ان تمام اصطلاحوں کا استعمال حقیقی شخصیتوں کے ہی لئے ہے جب کہ بحیثیت فن اور ادب یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ خاکہ حقیقی شخص کا ہے یا فرضی شخصیت کا۔ یہ سب جاننے کے بعد اب اس بات کی طرف تجسس ہوتا ہے کہ اہل ادب کی اصطلاح میں خاکہ نگاری کیا ہے؟ تو اصطلاحاً خاکہ نگاری اس فن کو کہتے ہیں جس میں شخصیت کی ایسی جھلک ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے پوری شخصیت چلتی پھرتی تصویر کی صورت میں ہمارے سامنے ابھر کر آجاتی ہے۔ جس کے ذریعہ قاری کو شخصیت کے بارے میں واقفیت حاصل ہوجاتی ہے۔ ویسے خاکہ نگاری کی تعریف کے بارے میں اب تک کوئی حتمی تعریف قائم نہیں کی جاسکی ہے مختلف رسائل وجرائد میں اصحاب قلم نے اپنی متفرق آراء کا اظہار کیا ہے۔ اسی پر اظہار خیال کرتی ہوئی ڈاکٹر صابرہ سعید اپنی کتاب ''اردو ادب میں خاکہ نگاری'' میں یوں رقم طراز ہیں :

> ''خاکہ کی کوئی ایسی جامع تعریف کرنا ممکن نہیں ہے جو اس کے تمام فنی اور ادبی پہلوؤں پر حاوی ہو۔ البتہ اس کے بنیادی اصول اور اہم خط وخال کی یوں نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ کہ خاکہ ایک صنف ادب ہے۔ اس کا سانچہ انشائیہ کا ہوتا ہے اور اس میں کسی شخصیت (حقیقی یا خیالی) کی زندگی، سیرت وصورت اور کارناموں کی کچھ جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں اور وہ شخصیت کے ایک ایسے مطالعہ کو پیش کرتا ہے جس سے پڑھنے والوں کو جمالیاتی حظ حاصل ہو۔'' ص ۶۴ ؎

اس اقتباس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خاکہ میں ایسے عناصر کا

پایا جانا ضروری ہے جس سے قاری کو شخصیت کی سیرت وصورت اور کارناموں کے ساتھ جمالیاتی حظ بھی حاصل ہو۔ تاہم یہ بات بھی اہم ہے کہ صنف خاکہ کا خاصہ ایجاز واختصار ہے وہ اس لئے کہ اس کا کینوس (Canvas) چھوٹا ہوتا ہے اسی لئے اس میں سوانح کی طرح طوالت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی کی زندگی کا مکمل احاطہ کیا جاتا ہے۔ یہی وہ ابعاد ہیں جو خاکے کو سوانح عمری وسیرت سے الگ کرتے ہیں۔

اردو میں خاکہ نگاری کے ابتدائی نقوش آغا حیدر حسن دہلوی کی کتاب ''پس پردہ'' میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جب کہ باضابطہ آغاز مرزا فرحت اللہ بیگ کے مضمون'' نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی'' سے ہوتا ہے۔ اس فن کو مزید تقویت اور ایک مکمل نہج چراغ حسن حسرت (مردم دیدہ)، راشد الخیری (یاد رفتگان) ، اشرف صبوحی (دلی کی چند عجیب ہستیاں)، مولوی عبدالحق (چند ہم عصر) ، رشید احمد صدیقی (گنج ہائے گراں مایہ) وغیرہ نے بخشی۔ اس کھیپ کے بعد کی نسل نے بھی اس روایت کو زندہ رکھا اور خاکہ نگاری کے عمدہ نمونے پیش کئے ان میں محمد طفیل ، منٹو، عصمت ، شاہد احمد دہلوی، مالک رام ، خواجہ احمد فاروقی ، محمد حسن ، مجتبیٰ حسین ،کشمیری لال ذاکر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ خاکہ نگاری کا یہ سفر آج بھی جاری وساری ہے۔ موجودہ دور میں اس فن کی آبیاری کرنے والوں میں عبدالحق ، خالد محمود، ابن کنول، اور عتیق اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

عتیق اللہ ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جنھوں نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ جہاں انہوں نے شاعری میں مختلف تجربے کئے ہیں وہیں تنقید کو بھی نئی جہت سے آشنا کرایا ہے۔ تاہم افسانہ اور ڈرامہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ خاکہ نگاری کے میدان میں انھوں نے حالیہ قدم رکھا ہے اور ایک خاص طرز بھی قائم کی ہے۔ گویا عتیق اللہ ادب کے میدان میں مختلف جہات کے مالک ہیں۔ ان کے خاکے اخبارات اور رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ عتیق اللہ نے خواجہ احمد فاروقی (خواجہ احمد فاروقی کو ازسرنو دریافت کرنے کی ضرورت کیوں) ، شمیم

حنفی (دیکھو ہم نے کیسے بسر کی اس آباد خرابے میں) ، شمس الرحمن فاروقی (استادِ ہمہ وقت) ، شارب ردولوی (ـــــــــــــــ) ، شمیم نکہت (کہ تیرے ذکر سے خالی نہیں ہے کوئی دن) ، صادق (صادق جنھیں میں نہیں جانتا) ، علی جاوید (علی جاوید جنھیں ہم نے کچھ سمجھا کچھ نہیں سمجھا) وغیرہ مشاہیرِ ادب کے بھی خاکے لکھے ہیں۔ انھوں اپنے اسلوب خاص کے ذریعہ ان نفوس کے خاکہ کو زندہ وجاوید بنانے کی سعی کی ہے ، اس مضمون میں فن خاکہ نگاری پر روشنی ڈالتے ہوئے عتیق اللہ کی خاکہ نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ جس کے ذریعے عتیق اللہ کے خاکوں کے اسلوب اوران کے فنی خصائص کی تفہیم ہو سکے۔

عتیق اللہ نے اپنے خاکوں میں مختلف شخصیات کے واقعات ، ان کے عادات واطوار ، اخلاق وکردار ، رفتار وگفتار کو سلیس اور شگفتہ انداز میں بیان کیا ہے۔ جس کے ذریعہ شخصیت کے مختلف گوشوں کی نقاب کشائی ہوجاتی ہے۔ انکے خاکے پڑھنے سے جہاں ہم شخصیات سے متعارف ہوتے ہیں وہیں عتیق اللہ کے زور بیاں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ عتیق اللہ بنیادی طور پر ایک نقاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے خاکوں میں ان کی تنقیدی شعور کی جھلک دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ یہی چیز عتیق اللہ کے خاکوں کو ممتاز ومنفرد کرتی ہے۔

عتیق اللہ کی خاکہ نگاری سے قاری کے ذہن پر ایک تصویر ابھرتی ہے۔ وہ تصویر چلتی پھرتی شکل میں ڈھل جاتی ہے جس سے قاری خاکے کے کردار کی حرکات وسکنات سے بخوبی آشنا ہوجاتا ہے۔ کہیں وہ کردار کو سماجی فلاح بہبود کے لئے کام کرتا ہوا دکھتا ہے تو کہیں ادیب کی صورت میں نمو پاتا ہے۔ عتیق اللہ کے خاکے ذہن میں مختلف قسم کے تصور ابھارتے ہیں یہ تصور رنگین ، دلکش کچھ دھندلے دھندلے نقوش ، قاری کے ذہن پر مرتب کر کے انھیں ایک مجسم صورت عطا کر دیتے ہیں۔ عتیق اللہ کے خاکوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ خاکہ پڑھنے کے بعد قاری کی دلچسپی خاکہ کے کردار میں بڑھ جاتی ہے۔

عتیق اللہ نے جن ممتاز ادیبوں کے خاکے لکھے ہیں ان میں ایک نام شمس الرحمن فاروقی کا بھی ہے۔ دراصل عتیق اللہ، فاروقی کی علمی شخصیت سے متاثر تھے۔مگر انہوں نے خاکے میں معتدل اور متوازن انداز اپنایا ہے۔جس میں شوخی و بے تکلفی کے علاوہ ظرافت نظر آتی ہے۔ وہ حلیے نگاری سے شخصیت کی شبیہ کھینچتے ہیں:

''۔۔۔۔۔۔۔بہت تیز اور بڑبڑا کر بولنے کا انداز تھا جیسے ان کی مونچھوں سے چھن کر الفاظ نکل رہے ہیں۔ سر کے بال گھنے اور بڑھے ہوئے تھے۔ چہرہ تھوڑا سا گول مول تھا۔ چہرے میں پختگی اور بلوغت کے بجائے بچوں کی سی معصومیت جھانک رہی تھی۔ وہ سگار کا کش لیتے ہوئے شاعر اور نقاد کم کسی ناول کا جاسوسی کردار زیادہ نظر آرہے تھے۔''

عتیق اللہ خاکوں میں اپنی ملاقات اور مکالمات کو بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کرتے ہیں جس سے ان کی علمیت اور بیان و ادب کا پتہ چلتا ہے۔ غالب انسٹی ٹیوٹ میں فاروقی کے حوالے سے کہے گئے اپنے الفاظ کو فاروقی کے خاکے میں یوں لکھتے ہیں:

''ارے بھائی کب تک جسم وجاں کو تکلیف دیتے رہیں گے فاروقی کو ہوس کا عارضہ لاحق ہوگیا ہے۔وہ دوسروں کے لئے کچھ چھوڑنا ہی نہیں چاہتے۔بس اسپیس (Space) ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ اس کی بھرائی کریں۔ فاروقی صاحب خدارا اپنے آپ پر رحم فرمائیں۔ آپ سے کس نے کہا تھا کہ داستان کے فن پر کتاب لکھنی ہے تو ۶۰۰۰ ۴ ہزار صفحات بھی پڑھیں۔ ہمارے ان ماہرین داستان کو معاف کر دیجئے جو ادھر ادھر کی ورق گردانی کے بعد مضامین پر مضامین کا دھونس جماتے رہتے ہیں۔ آپ سے کس نے کہا تھا کہ میر کو از سر نو قائم کرنے کے لئے پانچ اتنی موٹی موٹی جلدوں میں میر جیسے سلیس وسادہ گو شاعر کی تفہیم وتعبیر میں علم کے دریا

بہائیں۔ان جلدوں کے دیباچوں کو ہی شائع کرنا کافی تھا جن میں
آپ نے میر کو ایک نئے میر کے طور پر قائم کرنے کی جاں توڑ
کوشش کی ہے۔اورتو اور افسانوں کے بعد ناول لکھنے کا ڈول ڈالا
توتو اسے دستاویز بنانے کی کوشش کی۔مہینوں، برسوں، تاریخ،
جغرافیہ، تہذیب پر انیسویں صدی کی کتابوں کو چاٹتے رہے۔
ارے بھائی کچھ تو دم لیتے ، اتنا ہوم ورک کرنا اور پھر ۹۰۰ صفحات
تک اسے پھیلا دینا ، اتنا ہی نہیں موصوف کو کسی دوسرے کے
ترجمے کب پسند آتے خود ہی انگریزی میں ترجمہ کیا۔گویا فاروقی کی
ہوس پوری ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔''

اسی طرح شمیم نکہت کے خاکہ میں ان کی شخصیت کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شمیم صاحبہ اب تکلفاً محض باجی نہیں رہیں تھیں۔میرے ذہن میں
ان کی تصویر ایک ایسی باجی کے طور پر متشکل ہو چکی تھی جس میں ممتا
کی شفقتوں کے رنگ نے اسے اور دل آویز بنا دیا تھا۔پہلی
ملاقات ہی میں ان کی شخصیت کے کئی رنگوں سے میرا تعارف ہو چکا
تھا۔ایک رنگ ان کی صاف گوئی اور بے ریائی کی علامت تھا۔
ایک رنگ ممتا بھری شفقتوں سے عبارت تھا ایک رنگ بے تکلفی اور
دلجوئی کے ساتھ مخصوص تھا۔شخصیت میں جادو کی سی کشش تھی۔
خوب صورت ہی نہیں خوب وضع بھی تھیں۔سر سے پیر تک نفاست کا
پیکر۔لکھنو کی نزاکت و لطافت پر دہلی میں تیزی سے ترقی پاتے
ہوئے دوغلے کلچر نے اپنا کچھ اثر نہیں دکھایا تھا نہ ان کی بے لوث
طبیعت پر دنیادارانہ مکر کا کوئی رنگ چڑھ سکا تھا۔رواداری اور وضع
داری میں روایت کا رنگ گہرا تھا، اخلاق کی پاسداری میں خاندانی
تربیت کا رنگ صاف جھلکتا تھا۔بولتی تو ایسا لگتا کہ پورا وجود ایک
زبان بن گیا ہے جی چاہتا تھا وہ بولے جائیں اور ہم سنتے جائیں۔
چپ ہوتیں تو آواز ایک خوشبو کا روپ دھارن کر لیتی۔''

عتیق اللہ کے خاکہ دلکش بھی ہیں اور اثر انگیز بھی۔انھوں نے اپنے

خاکوں میں الفاظ کا استعمال نہایت چابکدستی سے کیا ہے۔ مذکورہ بالا اقتباس سے شمیم نکہت کی تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔جس سے ان کی تربیت، نفاست، وضع داری کا پتہ چلتا ہے اور شخصیت میں کسی طرح کے خلا کا احساس نہیں ہوتا۔

خاکہ نگاری میں عتیق اللہ کا اپنا الگ انداز ہے وہ شخصیت کے مطابق جملے کی تراش خراش کر کے شخصیت پر اس طرح چسپاں کر دیتے ہیں کہ اس سے ان کے خاکے معنی خیز ہوجاتے ہیں۔تعریف وتوصیف کا یہ منفرد انداز عتیق اللہ کے خاکوں کو مزید موثر بنا دیتا ہے۔ اسی انفرادیت کے ساتھ، شخصیت کو چونکا دینے والی صداقت بھی ان کے یہاں موجود ہے:

صادق کے خاکے میں وہ ان کی زندگی کے ایک اہم پہلو کو یوں بیان کرتے ہیں:

> ''۲۰-۱۸ برس کی عمر سے پڑھائی کے ساتھ پڑھاتے بھی رہے۔ کچھ عرصے سرکاری ملازمت بھی کی۔اسی دوران ایک برہمن زادی سے عشق بھی ہوگیا جو اپنے ساتھ ایک مہلک بیماری جہیز میں لائی تھیں ۔ صادق نے پوری وفاداری کے ساتھ رفاقت اور بیماری دونوں سے وفا کی اور اس اللہ کی بندی نے بھی صادق کی تابعداری اور صادق نے بیوی کی تابعداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ حالات کچھ بگڑتے نظر آئے تو فرار بھی اختیار کرنا پڑا، اورنگ آباد ایک نامانوس جزیرہ تھا اسی کو ٹھکانہ بنایا۔ اور کسی اسکول میں ملازمت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ وہیں اردو میں ایم اے کیا، مراٹھواڑہ یونیورسٹی سے ماہر لسانیات پروفیسر شیخ عصمت جاوید کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ لکھا۔ادھر' ثانی' حالات سے تنہا جنگ لڑتی رہیں۔ بڑی حوصلہ منداور مضبوط قوت ارادی کی مالک تھیں کچھ عرصہ کے بعد صادق اردو استاد کی حیثییت سے ناندیڑ کے ایک کالج میں مقرر ہو گئے اور دونوں نے اطمینان کی سانس لی۔ ناندیڑ میں انھیں عزت بھی ملی اور بے لوث احباب بھی۔ ''

اس خاکہ میں انھوں نے صادق کی زندگی کے کئی پہلوؤں کی نقاب کشائی کی ہے۔اس میں ان کی محبوبہ، ان کی حوصلہ مندی، قوت ارادی، ان کے علمی کارنامے، معاشقانہ زندگی، شادی اور فرار وغیرہ کو موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ صادق کا خاکہ لکھتے ہوئے عتیق اللہ نے جملوں کی ایسی عمارت قائم کی ہے کہ خاکہ کی پوری عمارت دلچسپ اور دلکش نظر آتی ہے۔ ساتھ ہی ان کی نفسیات کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

عمدہ خاکوں کی پہچان یہ ہے کہ خاکہ نگار کے قلم میں شخصیت سازی کی لیاقت موجود ہو اور وہ شخصیت سے بخوبی واقفیت رکھتا ہو۔عتیق اللہ نے خواجہ احمد فاروقی کا خاکہ لکھتے وقت اسی تکنیک کا استعمال کیا ہے۔جس سے خواجہ احمد فاروقی کی شخصیت نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔عتیق اللہ خواجہ احمد فاروقی کے خاکہ میں ان کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں:

> ''خواجہ صاحب پرنسپل کے ساتھ وارد ہوئے تھے اور دو قدم آگے چل رہے تھے۔ ان کی چال سے اردو استاد کے بجائے آئی اے ایس آفیسر کا تاثر ابھر رہا تھا۔ چہرے پر ایک خفیف سی طنز آمیز مسکراہٹ چسپاں تھی۔سن زیادہ رہے تھے بولنے میں تامل برت رہے تھے۔ان کی آنکھیں نسبتاً غزال نما تھیں۔اور میں ان میں ایک عجیب سی چمک محسوس کر رہا تھا۔خواجہ صاحب کی نظریں منزل مقصود پر تھیں۔امیدواروں کے ہاتھ جو سلام کے لئے اٹھے تھے وہ اس وقت تک اٹھے رہے جب تک خواجہ صاحب نظروں سے غائب نہ ہو گئے۔''

خواجہ احمد فاروقی پر لکھے گئے خاکے کی شگفتگی قاری کو اپنے دام میں اسیر رکھتی ہے ۔ بلند کوش اور مرعوب کن شخصیت کے رنگ و آہنگ کو عتیق اللہ نے بہت خوبی کے ساتھ صفحہ قرطاس کیا ہے۔ان کے خاکوں میں شخصیت کی چمک دمک ایسی قطعیت کے ساتھ گھل مل جاتی ہے کہ کردار کے جمال کے ساتھ جلال کی

کیفیت بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔

عتیق اللہ کا تخیل بہت حساس ہے۔ وہ کردار کی نفسیات کو بھی بڑی باریک بینی سے سمجھتے ہیں ان کے اسلوب کا ہر جملہ کردار کی نفسیات سے جڑا ہوتا ہے۔ انھوں نے کردار کی باریکیوں سے بھی پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے خاکوں میں تنقید و تخلیق شیر و شکر ہو جاتی ہیں۔ علی جاوید کا کے خاکہ لکھتے وقت انھوں نے ان کی جذباتیت اور ان کی نفسیات کو بخوبی کھنگالا ہے۔ ان کی سادگی، دوسروں کو سادہ ہی سمجھنا، ان کی ہٹ دھرمی وغیرہ پر عتیق اللہ نے روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں:

''یہ تھے علی جاوید جس کو صحیح سمجھتے تھے اس کو کوئی غلط نہیں کہہ سکتا تھا۔ صحیح اور غلط کے پیمانے ان کے سامنے ٹوٹتے پھوٹتے رہے اور وہ اپنی ڈگر پر قائم رہے۔ ان کے خلاف جو ناانصافیاں ہو رہی تھیں ان کے لئے گڑگڑائے نہیں اور نہ سمجھوتہ کیا اور نہ ہار مانی۔ حق کے لئے جنگ لڑتے رہے اور یونیورسٹی میں ان کے خلاف تیار کردہ فائل کا پیٹ پھولتا گیا مگر علی جاوید کے معمولات میں کوئی فرق نہین آیا۔ وہ بد اندیش نہیں تھے لیکن دور اندیش بھی نہیں تھے۔ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ اور کبھی کبھی غلط رائے قائم کرنے کے باعث اپنے خیر خواہوں اور عزیزوں کے خلاف پورس کے ہاتھی بھی بن جاتے تھے۔ بعد ازاں انھیں خفت بھی اٹھانی پڑتی تھی۔ اکثر جو لوگ کسی کے بارے میں غلط افواہ اڑاتے تھے، وہ ان کی تہہ میں دبی چھپی ریاکاری کے بارے میں غور کئے بغیر فوراً بھروسہ کر لیا کرتے تھے۔ میں خود بھی اس قسم کے تجربہ سے گزر چکا ہوں۔ سوچتا ہوں ان جیسا انصاف پسند اعلی انسان اگر اپنی اعلی درجہ کی ملازمت کے تئیں بھی انصاف کرتا، پڑھنے پڑھانے سے کچھ رغبت ہوتی تو ان کی حق پرستی کے معنی اور گاڑھے ہو جاتے۔ کاش ایسا ہوتا، کاش ان کے ضمیر میں یہ بات بھی کبھی انہیں ٹھوکا لگاتی۔ کاش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

من جملہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عتیق اللہ کے خاکے، خاکہ نگاری کے کمال مظہر کے آئینہ دار ہیں جس میں جدت فن کا مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ساتھ ہی شخصیات کی خوبیوں اور خامیوں کو نہایت ہی فنکارانہ بصیرت کے ساتھ ضبط قلم کیا ہے۔ ان کے خاکوں میں دلچسپ واقعات سے شخصیت کی متحرک تصویر منعکس ہو جاتی ہے۔ اپنی شگفتہ بیانی کی وجہ سے ان کے خاکے جاذب ذہن و دل ہو گئے ہیں۔ ان کے خاکوں سے جہاں ہمیں ارباب کمال کی قدر شناسی ہوتی ہے وہیں ادبی ذوق کی بھی تسکین ہوتی ہے۔ ان کے یہاں بلند فکر اور مشاہدات و تجربات کی سچائی ہے۔ جس کی نظیر ان کے خاکوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ان کی نگارشات شخصیت کو جلا بخشنے میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ جس کے مطالعہ سے قاری خاکوں کے شخصیتوں کی حالات زندگی سے متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ تمام عوامل و عواطف سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ انھوں نے اپنے خاکوں میں غیر جانبداری سے کام لیا ہے، مرقع کشی کرتے وقت کسی قسم کی جھجک کا احساس نہیں ہوتا۔ عتیق اللہ کے خاکے کو ہم چلتی پھرتی شخصیات کے کلرفل البم (Colourfull Album) سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔

☆☆☆